ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات **Module Detail**	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	آن لائن اردو تربیتی کورس برائے ثانوی سطح **Online course for Urdu Teaching at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	قصیدہ اور غزل کی تدریس **Qasida aur Ghazal ki Tadrees**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	TUSS _08
مقاصد Objectives	اس سبق میں اردو قصیدہ اور غزل کی صنف کا تعارف کرایا جائے گا۔ اردو غزل اور قصیدہ کی مختصر تاریخ سے روشناس کرایا جائے گا۔ قصیدہ، غزل کے فن اور اس کی ہیئت سے متعلق بنیادی معلومات پیش کی جائیں گی۔
کلیدی الفاظ **Keywords**	قصیدہ، مدحیہ قصیدہ، ہجویہ قصیدہ، خطابیہ قصیدہ، شبیب، گریز، مدح، ہجو، حسنِ طلب، مسلسل غزل،

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کوآرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹریٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

ماڈیول:8

قصیدہ اور غزل کی تدریس

فہرست

1	تمہید
2	قصیدہ
2.1	مدحیہ قصیدہ
2.2	ہجویہ قصیدہ
2.3	خطابیہ قصیدہ
3	قصیدے کے اجزائے ترکیبی:
3.1	تشبیب
3.2	گریز
3.3	مدح/ ہجو
3.4	حسنِ طلب، دُعا
4	اردو میں قصیدہ نگاری کی روایت
5	قصیدے کی تدریس اور طریقۂ کار
6	غزل
7	اردو غزل کا ارتقا
8	مسلسل غزل

9 غزل کی تدریس اور طریقہ کار

10 خلاصہ

1 تمہید

اردو شاعری کی دو بڑی اصناف ہیں، قصیدہ اور غزل۔ آج ہم انھیں دو اصناف کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

2 قصیدہ

قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ قصیدے کا لفظ 'قصد' سے بنا ہے جس کے معنی 'ارادے' کے ہیں۔ فارسی اور اردو میں قصیدہ ایک ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی مدح، ہجو یا مذمّت کی گئی ہو۔ مدح و ہجو کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی قصیدے کہے گئے ہیں۔ جیسے غالب کا قصیدہ 'در صفتِ انبہ'۔

ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے غزل ہی کی طرح 'ہم قافیہ' ہوتے ہیں۔ جسے مطلع کہا جاتا ہے اور باقی تمام اشعار کے دوسرے مصرعے میں مطلع کی مناسبت سے قافیہ کی پابندی ہوتی ہے۔ قصیدے میں ایک سے زائد مطلع ہو سکتے ہیں۔

قصیدہ کا اسلوب رفعتِ تخیّل، زورِ بیان، لفظی صنّاعی، مبالغہ آرائی اور بلند آہنگی سے عبارت ہے۔ عام طور پر قصیدہ کا کوئی نہ کوئی عنوان بھی ہوتا ہے جو قصیدے کے موضوع یا ممدوح کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے قصیدے کی درج ذیل قسمیں ہیں۔

2.1 مدحیہ قصیدہ

وہ قصیدہ جس میں کسی شخصیت کی مدح سرائی کی گئی ہے ۔ مثال کے طور پر

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک

دی وہیں آ کے خوشی نے درِ دل پر دستک

مرزا محمد رفیع سوداؔ(در مدحِ نواب عماد الملک بہادر)

2.2 ہجویہ قصیدہ

وہ قصیدہ جس میں کسی شخص یا حالاتِ حاضرہ کی برائی، مذمت یا ہجو کی گئی ہو۔ مثال کے طور پر

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایّام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دستِ عناں کا بیک قرار

مرزا سوداؔ(قصیدہ تضحیکِ روزگار در ہجوِ اسپ)

اللہ تعالیٰ کی شان میں جو قصیدہ کہا جاتا ہے اسے حمدیہ، رسول اللہؐ کی تعریف میں جو قصیدہ کہا جاتا ہے اسے نعتیہ اور صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ کی مدح میں جو قصیدے کہے جاتے ہیں انھیں منقبت کہا جاتا ہے۔

نعتیہ قصیدے کی مثال:

شاہا جمال و حسن کے تیرے کہوں میں وصف کیا
ظاہر میں تو ظلِّ خدا، باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر فرحت فزا
حسنِ مقدس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

2.3 خطابیہ قصیدہ

وہ قصیدہ جس میں تمہید یا تشبیب کے اشعار نہیں ہوتے اور کسی موضوع پر براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے، اسے خطابیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ صنفی اعتبار سے قصیدے کی مخصوص ہیئت متعین ہے جس کی تفہیم کے بغیر قصیدہ کی تدریس ممکن نہیں۔

3 قصیدے کے اجزائے ترکیبی:

- تشبیب
- گریز
- مدح/ہجو
- حسنِ طلب/دُعا

3.1 تشبیب

قصیدے کے شروع میں اصل موضوع کے بیان سے پہلے تمہید کے طور پر جو اشعار کہے جاتے ہیں انھیں 'تشبیب' یا 'نسیب' کہتے ہیں۔ تشبیب سے قصیدے کے اصل موضوع کے لیے فضا سازی کا کام لیا جاتا ہے۔ دراصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ اشعار کہے جاتے ہیں۔ ان ابتدائی اشعار میں بہار، شباب، حسن و عشق، پند و نصیحت، حکمت و فلسفہ وغیرہ مضامین کو اصل موضوع سے قبل پیش کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ذوق کے قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامے سے تحریر نغمہ جائے صریر
زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازِ خوش تر از بم زیر
ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلید قفلِ دلِ تنگ و خاطر دل گیر

کرے ہے والبِ غنچہ، درِ ہزار سخن
چمن میں موج تبسم کی کول کر زنجیر

یا پھر یہ غالب کے قصیدے کے یہ اشعار دیکھیں:

صبحِ دم دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف میں
شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

3.2 گریز

تشبیب کے بعد مدح سے پہلے اصل موضوع کی طرف آنے کی غرض سے جو اشعار کہے جاتے ہیں، انھیں گریز کہتے ہیں۔ گریز قصیدے کا نہایت مختصر حصّہ ہوتا ہے۔ تشبیب و مدح میں منطقی ربط قائم کرنے کے تعلق سے اس کی خاص اہمیت ہے۔

یہ اشعار دیکھیں:

کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ
اے پری چہرہ! پیکِ تیز خرام
کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا
ہیں مہ و مہر و زہرۂ و بہرام
تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن

نام شاہنشہ بلند مقام

(غالب: قصیدہ در مدح بہادر شاہ ظفر)

3.3 مدح / ہجو

مدح یا ہجو قصیدے کا اصل جز ہے۔ مدحیہ قصیدے میں ممدوح کی شخصیت اور اس کے اوصاف کا بیان پُر شکوہ انداز میں اور مبالغے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مدح میں ممدوح کے جاہ و جلال، عدل و انصاف، شجاعت و سخاوت اور علم و فضل وغیرہ کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہجو یہ قصیدے میں کسی شخص یا موضوع سے متعلق عیوب اور برائیوں کا بیان شدّت اور مبالغہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

قبلہ چشم و دل بہادر شاہ
مظہر ذوالجلال والاکرام
شہسوار طریقۂ انصاف
نو بہار حدیقۂ اسلام
جس کا ہر فعل صورت اعجاز
جس کا ہر قول معنیٔ الہام
بزم میں میز بان قیصر و جم
رزم میں اوستاد رستم و سام

(غالب: قصیدہ در مدح بہادر شاہ ظفر)

3.4 حسنِ طلب، دُعا

قصیدے کے آخری حصّے میں شاعر ایسے اشعار کہتا ہے جن کا مقصد اپنے ممدوح سے صلہ و بخشش اور اعزاز و اکرام طلب کرنا ہوتا ہے۔ اس حصّے میں شاعر اپنے ممدوح کی صحت و سلامتی، شان و شوکت اور لمبی عمر کے لیے دعا بھی کرتا ہے۔ اسی لیے اس جُز کو حسنِ طلب یا دعا کہتے ہیں۔

ذوق کے قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دیتا ہے دعا ذوقؔ کہ مضمونِ ثنامیں
ہے ذہن رسا کو یہ کہاں اس کے رسائی
ہر سال شہا! ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسند شاہی پہ کرے جلوہ نمائی
(شیخ محمد ابراہیم ذوق، در مدح بہادر شاہ ظفر)

4 اردو میں قصیدہ نگاری کی روایت

اردو میں قصیدہ نگاری کا آغاز محمد قلی قطب شاہ کے قصیدوں سے ہوتا ہے۔ نصرتی دکن کے سب سے ممتاز قصیدہ گو شاعر ہیں۔ سوداؔ نے اس صنف کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انھوں نے مشکل زمینوں میں قصیدے لکھے جن سے ان کی قدرتِ کلام کا پتا چلتا ہے۔ شوکتِ الفاظ، بلند آہنگی، زبان پر قدرت، تخئیل کی بلندی اور مبالغہ آرائی ان کے قصیدوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انشاؔ نے قصائد میں عربی، ہندی اور فارسی الفاظ کا استعمال بڑی برجستگی کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے قصائد میں علم و حکمت کے مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ اردو قصیدہ نگاری میں سوداؔ کے بعد دوسرا امتاز نام ذوقؔ کا ہے۔

انھیں مختلف علوم میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ ان علوم کی اصطلاحات کو ذوقؔ نے اپنے قصیدوں میں بڑی خوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ان میں زورِ بیان بھی ہے اور تخیل کی بلندی بھی۔ غالبؔ کے قصیدے بھی جدّت طرازی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

مومنؔ نے نواب ٹونک اور راجا جیت سنگھ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں۔ قصیدے کی تاریخ میں ایک اہم نام محسنؔ کاکوروی کا ہے۔ نعت گوئی ان کا مخصوص میدان تھا۔ انھوں نے کئی نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔ ان کا قصیدہ 'سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل' بہت مقبول ہوا۔

ان شعرا کے علاوہ منیر شکوہ آبادی، نسیم دہلوی، امیر مینائی اور عزیز لکھنوی کا شمار بھی قصیدہ گو شعرا میں ہوتا ہے۔ اگرچہ کلاسیکی قصائد کا دور ختم ہو چکا ہے لیکن تاریخی اعتبار سے قصیدہ اردو شاعری کی اہم صنف ہے۔ شاعری میں زورِ بیان، قادر الکلامی اور مضمون آفرینی

کی روایت کو ترقی دینے میں ہمارے قصیدہ گویوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔اس صنف کے ذریعہ اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا۔

5 قصیدے کی تدریس اور طریقۂ کار

قصیدے کے تعارف کے ذیل میں استاد طلبا کو یہ بتائیں کہ بادشاہوں اور اُمرا کی سخاوت، شجاعت، رحم دلی، جنگی مہارت، انتظامِ حکومت اور دیگر اوصاف کا بیان قصیدوں کا موضوع ہے۔ان اوصاف کے بیان میں اکثر شعرا مبالغے سے کام لیتے رہے ہیں۔اساتذہ طلبا کو یہ بھی بتائیں کہ قصیدے میں مبالغہ یا غلو کی ضرورت اس لیے پیش آتی تھی تاکہ قصیدہ گو شعرا ممدوح کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور زیادہ سے زیادہ انعام و اکرام کے حق دار قرار پائیں۔

قصیدے کا ایک پہلو مذمت یا ہجو بھی ہے۔اس کے بعد استاد قصیدے کے فن پر گفتگو کریں۔اس ضمن میں قصیدے کی تعریف، اجزائے ترکیبی، ہئیت، زبان و بیان کی وضاحت کریں ۔آخر میں استاد قصیدے کی زبان اور اس کے تہذیبی اور سماجی پس منظر سے بھی متعارف کرائیں۔

6 غزل

اردو شعری اصناف میں غزل کی خاص اہمیت ہے۔غزل کی مقبولیت کا بڑا سبب اس کا ایجاز و اختصار، اشاراتی اسلوب ہے۔ غزل میں گوناگوں انسانی جذبوں اور قلبی واردات کو کم سے کم لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے۔غزل کی شاعری بنیادی طور پر عشقیہ ہوتی ہے۔تاہم یہ صنف عشقیہ موضوعات کی پابند نہیں رہی۔انسانی جذبوں اور تجربوں کی جیسی رنگارنگی ہمیں اس صنف میں دکھائی دیتی ہے کسی اور صنف میں اس کی مثال نہیں ملتی۔غزل کی مقبولیت کا بہت بڑا سبب موضوعات کی یہی رنگارنگی ہے۔غزل کا ہر شعر اپنے آپ میں مکمل ہوتا ہے۔غزل کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے۔اس میں مطلع، حسنِ مطلع، قافیہ اور ردیف وغیرہ کی خاص اہمیت ہے۔

غزل کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے جس کے دونوں مصرعوں میں قافیے کی پابندی ضروری ہے۔مثلاً میر تقی میر کی غزل کا مطلع ہے :

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے

یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ 'جاں' شعری اصطلاح میں قافیہ ہے۔ جس کی صوتی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں 'کہاں' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مطلع کے بعد ہر شعر کے دوسرے مصرعوں میں قافیے کی پابندی کی جاتی ہے۔ اس طرح غزل کے تمام اشعار ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ جیسے میر تقی میر کی اسی غزل کا ایک اور شعر ہے :

یوں اٹھے آہ اُس گلی سے ہم

جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

اس شعر میں 'جہاں' کا لفظ قافیے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو اپنے آہنگ کے لحاظ سے، 'جاں' اور 'کہاں' سے مماثلت رکھتا ہے۔ اب مطلع پر دوبارہ غور کریں :

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے

یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

اس شعر میں جاں اور کہاں الفاظ بطور قافیہ استعمال ہوئے ہیں۔ ان کے بعد دونوں مصرعوں کے آخر میں 'سے اٹھتا ہے' کی تکرار ہے۔ شعر کی اصطلاح میں یہ ردیف ہے، اسے ردیف کہتے ہیں۔ یعنی قافیے کے بعد کوئی ایک لفظ یا لفظوں کا کوئی مجموعہ جسے ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیے کے بعد دوہرایا جاتا ہے۔ میر تقی میرؔ کے اس مطلع میں 'سے اٹھتا ہے' تین الفاظ پر مشتمل ردیف ہے۔ ایک لفظ کی ردیف کی مثال درج ذیل ہے۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا

شعر میں صوتی مناسبت سے 'کام' اور 'تمام' قافیے ہیں۔ 'کیا' جو صرف ایک لفظ ہے، ردیف کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ کچھ غزلیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں ردیف نہیں ہوتی۔ انھیں غیر مردّف کہتے ہیں جیسے غالبؔ کی غزل

نے گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز

میں ہوں اپنی شکست کی آواز

اس شعر میں ساز اور آواز قافیے ہیں لیکن کوئی ردیف نہیں ہے۔

غزل کی ہیئت میں قافیہ اور ردیف کی بنیادی اہمیت ہے۔ یہ دونوں چیزیں غزل میں خوش آہنگی پیدا کرتی ہیں۔ 'ردیف' کی پابندی سے شعر کی مجموعی غنائیت دوبالا ہو جاتی ہے۔

مطلع کے فوراً بعد آنے والے شعر کو 'حسن مطلع' کہتے ہیں۔ مطلع کے بعد اگر ایک اور ایسا شعر کہا جائے جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم ردیف ہوں تو ایسے مطلع کو مطلع ثانی کہتے ہیں۔ اگر تیسرا مطلع بھی کہا جائے تو اسے مطلعِ ثالث کہتے ہیں۔

غزل میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ بیشتر اساتذہ نے کم سے کم 5 اشعار کی پابندی کی ہے۔ اگر اسی زمین میں دوسری اور تیسری غزل بھی کہہ دی جائے تو اسے دوغزلہ یا سہ غزلہ بھی کہتے ہیں۔ غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرتا ہے اسے مقطع کہتے ہیں۔ مقطع کی ایک مثال ملاحظہ ہو :

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

غزل کی ایک مخصوص تہذیب اور روایت رہی ہے۔ اس میں حسن و عشق، تصوف اور رندی و سرمستی کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔ تاہم شعرا نے اپنی غزل کو انھیں مضامین تک محدود نہیں رکھا۔ اس میں زندگی کے ہر مضمون کو موضوع بنایا گیا ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام

آفاق کی اس کارگہہِ شیشہ گری کا

میر تقی میرؔ

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ

غزل کا گلدستہ انھیں رنگارنگ مضامین سے مل کر تیار ہوتا ہے۔ غزل کی مقبولیت میں غزل کی ہیئت کے ساتھ مضامین کے اس توّجع کا بھی بڑا دخل ہے۔ جیسے مرزا غالبؔ کی یہ غزل :

کوئی اُمید بَر نہیں آتی

کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معیّن ہے

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟

7 اردو غزل کا ارتقا

اردو میں غزل کی روایت کا آغاز قلی قطب شاہ سے ہوتا ہے۔ ولیؔ دکنی نے غزل کی اس روایت کو مستحکم کیا۔ انھوں نے فارسی غزل کے مضامین اور تشبیہات واستعارات کو اپنی غزل میں برتا اور ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔ ولیؔ کے بعد سراجؔ اورنگ آبادی کے کلام میں بھی جذب و مستی کی ایک خاص فضا ملتی ہے۔ ولیؔ کے اثر سے شمالی ہند بالخصوص دہلی میں اردو شاعری کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ شمالی ہند کے پہلے دور کے شعرا میں فائزؔ دہلوی، آبروؔ، شاکر ناجیؔ، مضمونؔ، یک رنگ، آرزوؔ اور انجامؔ قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعرا کے کلام میں ایہام گوئی کا عنصر غالب ہے جو اس عہد کا خاص رجحان تھا۔

مرزا مظہر جانِ جاناںؔ اور شاہ حاتمؔ نے زبان کی اصلاح کی طرف توجہ۔

اٹھارھویں صدی کو اردو شاعری کا سنہرا دور کہا گیا ہے۔ اس دور میں میرؔ، سوداؔ اور دردؔ جیسے باکمال شعرا نے غزل کی روایت کو فروغ دیا۔ میرؔ کی غزل سادگی، جذبات کی شدت، درد و سوز کی کیفیات اور احساسات کی دلکشی میں اپنی مثال آپ ہے۔ سوداؔ قصیدے کے اہم شاعر ہیں مگر غزل میں بھی وہ ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا آہنگ بلند ہے اور لہجہ پر شکوہ۔ خواجہ میر دردؔ کی غزل میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ مصحفیؔ، آتشؔ اور ناسخؔ نے نئے رنگ و آہنگ سے آشنا کیا۔ غالبؔ نے غزل کو فکر و فن کی نئی بلندیاں عطا کیں۔ اقبالؔ نے غزل کو فکر و فلسفہ سے متعارف کرایا۔ بیسویں صدی میں اقبال کے بعد شادؔ عظیم آبادی، اصغرؔ گونڈوی، فانیؔ بدایونی، حسرت موہانی، یگانہؔ چنگیزی، فراقؔ گورکھپوری اور جگرؔ مرادآبادی نے ایسے زمانے میں غزل ہی کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا جب نظموں کا دور دورہ تھا۔ ان شعرا کی غزل کلاسیکی رنگ میں رچی بسی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نئے دور کا پس منظر مہیا کرتی ہے۔

بیشتر ترقی پسند شعرا نظم گوئی کی طرف مائل تھے لیکن ان میں مجروحؔ اوّل تا آخر غزل ہی سے وابستہ رہے۔ فیضؔ اور مخدومؔ نے بھی نظم کے علاوہ غزل سے اپنا رشتہ قائم رکھا۔ فیضؔ اور مخدومؔ نے غزل کے نرم و سبک لہجے میں سیاسی کش مکش کی ترجمانی کی۔ ترقی پسند تحریک کے عروج کے زمانے ہی میں شعرا کا ایک ایسا حلقہ بھی منظرِ عام پر آیا جس کے لہجے میں نرمی تھی اور جو اپنی غزلوں میں اپنے عہد کی بے چینیوں کا اظہار کر رہا تھا۔ ناصرؔ کاظمی، خلیلؔ الرحمٰن اعظمی، ابنِ انشاؔ، شاد عارفی اور منیر نیازی اس عہد کے نمائندہ غزل گو ہیں۔ ان شعرا کے بعد احمد مشتاق، شہزاد احمد، ظفر اقبال، محمد علوی، باقیؔ،

شہریار، حسن نعیم، عرفان صدیقی، مظفر حنفی، افتخار عارف اور شجاع خاور وغیرہ کی غزل کئی اعتبار سے متوجہ کرتی ہے۔

اردو غزل کا یہ سفر آج بھی جاری ہے۔

8 مسلسل غزل

عام طور پر غزل کا ہر شعر مختلف مضمون پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے غزل کے اشعار معنوی اعتبار سے زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مربوط نہیں ہوتے۔ بعض شعرا نے ایسی غزلیں بھی کہی ہیں جو ابتدا سے انتہا تک کسی خاص کیفیت کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ایسی غزل کو مسلسل غزل کہتے ہیں۔ میر، نظیر، اکبر، حالی، جوش، اقبال، فراق وغیرہ کے یہاں مسلسل غزل کی مثالیں ملتی ہیں۔

9 غزل کی تدریس اور طریقہ کار

غزل اردو کی مقبول صنفِ سخن ہے۔ طلبا، شاعری کی ایک صنف کے طور پر غزل سے واقف ہیں۔ انھوں نے مشاعروں اور گلوکاروں کے ذریعے غزلیں سنی بھی ہوں گی۔ اس گفتگو کے تناظر میں غزل کی تعریف کرتے ہوئے نظم اور غزل کے فرق کو واضح کرنے کے لیے طلبا کو نصابی کتاب میں شامل غزلوں کی طرف متوجہ کیا جائے اور انھیں بتایا جائے کہ غزل کا کوئی عنوان نہیں ہوتا اور نہ غزل کسی ایک موضوع پر ہوتی ہے۔ غزل کے ہر شعر کا موضوع الگ ہوتا ہے۔ ہر شعر اپنے آپ میں مکمل ہوتا ہے۔

طلبا کو بتایا جائے کہ 'غزل' عربی لفظ ہے۔ غزل میں حسن و عشق کے موضوعات کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ غزل میں دوسرے مضامین بھی داخل ہوتے گئے اور اب غزل میں تقریباً ہر طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔

اس کے بعد غزل کی ہیئت کے بارے میں معلومات فراہم کی جائے۔ اساتذہ ردیف، قافیہ، مطلع، مطلعِ ثانی، تخلص اور مقطع کی تعریف ایک بار پھر دوہراتے ہوئے طلبا کو غزل کی ہیئت کی طرف متوجہ کریں۔ غزل کی ہیئت کی تفصیلی وضاحت کے بعد اساتذہ طالب علموں کو یہ بتائیں کہ غزل صرف اور صرف اسی ہیئت میں کہی جاتی ہے۔ البتہ بعض غزلوں میں شعرا ردیف کا التزام نہیں کرتے اور صرف قافیہ پر بھی اکتفا کرتے ہیں۔ ایسی غزلوں کو غیر مردّف غزلیں کہا جاتا ہے۔

10 خلاصہ

شاعری دراصل اظہار کا ایک اعلیٰ فن ہے، اس فن میں رموز شاعری کو سمجھنے کے لیے ان تمام نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جس کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب وتدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں اردو زبان وادب کی تاریخ، اردو قواعد وانشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔